وجودِ باری تعالیٰ

ایمانیات کے سلسلے میں سب سے اہم توحید ہے، لیکن توحید پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب ہو گا کہ خدا کے وجود پر عقلی اور نقلی دلائل سے بحث کی جائے۔

خدا کے وجود سے متعلق دلائل

۱۔ خدا کے وجود پر ایمان لانا انسانی فطرت میں داخل ہے، یہی سبب ہے کہ تاریخ کے دور سے پہلے کی قومیں بھی ایسی ہستی کی قائل رہی ہیں۔ آج تک جتنی بھی تہذیبیں دریافت ہوئی ہیں، مثلاً؛ بابلی تہذیب، مصری تہذیب، یونانی تہذیب اور وادیءِ سندھ کی تہذیب، ان سب میں عبادت گاہیں اور مورتیاں پائی گئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قومیں مادہ کے علاوہ بھی کسی ذات پر یقین رکھتی تھیں، جس کو راضی رکھنے کے لیے عبادت کرتی تھیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا کے وجود کا تصور انسانی فطرت میں داخل ہے۔ یہی سبب ہے کہ جدید تحقیق کے مطابق "اس دور میں بھی صرف 4.2 فیصد لوگ ملحد ہیں جو کسی مافوق الفطرۃ طاقت کا انکار کرتے ہیں۔ باقی لوگ خدا کو کسی نہ کسی صورت میں مانتے ہیں"[1]

۲۔ ہم روزانہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ تعمیراتی سامان کے ڈھیر سے عمارت نہیں بنتی جب تک کوئی بنانے والا اپنی عقل اور شعور کو استعمال کر کے اسے خاص ترتیب دے کر نہ بنائے۔ بالکل اسی طرح صرف مادہ سے یہ کائنات وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ کسی طاقت نے مادہ کو خاص ترتیب دے کر اسے بنایا ہے۔

۳۔ مادہ کی حقیقت ایک ہے اس لیے اس کی خاصیتیں بھی ایک ہونی چاہییں، جب کہ مادہ مختلف صورتوں اور خاصیتوں میں ملتا ہے، مثلاً: پتھر، مٹی، آگ، پانی، ہوا، نباتات، حیوان، انسان وغیرہ۔ آخر کوئی تو قوت ہے جس نے مادہ کو مختلف صورتیں اور خاصیتیں دی ہیں۔ ایسے اندھا، گونگا، بہرا مادہ خود بخود کیسے تبدیل ہو گیا!

4۔ مادہ پرستوں کے بقول: "مادی چیزوں کی مختلف اقسام اور ان کی کثرت، ارتقاء کا نتیجہ ہے"۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مردہ اور بے شعور مادہ میں خود بخود ارتقاء کہاں سے آیا؟ آخر کوئی تو قوت ہے جس نے ایک نظام کے تحت اس میں ارتقاء کی صلاحیت رکھی ہے۔

۵۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مادہ حرکت میں ہے اور حرکت کے لیے کوئی محرک (Mover) چاہیے اور ضروری ہے کہ وہ محرک خود حرکت میں نہ ہو ورنہ اس کے لیے کسی اور محرک کی ضرورت پڑے گی اور جو چیز بھی مادی ہے وہ متحرک (Moving) ہے اس لیے اسے محرک کوئی غیر مادی چیز چاہیے اور وہ خدا کی ذات ہے۔

۶۔ ہم کائنات کی چیزوں پر غور کرتے ہیں تو ان میں ایک خاص ترتیب نظر آتی ہے۔ اگر اس ترتیب کو توڑا جائے تو ان کا فائدہ ختم ہو جائے گا، بلکہ چیزوں کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ مثلاً: حیوانون اور انسانوں کے اعضاء میں ایک خاص ترتیب رکھی گئی ہے، اگر اس ترتیب کو توڑا جائے تو انسان اور حیوان زندہ ہی رہ نہ پائیں گے۔

7۔ زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہے اگر اس کی رفتار ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی تو رات دن کا چکر موجودہ چکر سے دس گنا بڑا ہوتا، جس کے نتیجے میں دن کے بڑے ہونے کی وجہ سے فصلیں برباد ہو جاتیں، پھر جو فصلیں بچ جاتیں وہ رات کی ٹھنڈ میں ختم ہو جاتیں۔

---

[1] سموئیل پی ہنگٹنگٹن: تہذیبوں کا تصادم، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، طبع اول، 2003ع، ص76

اسی طرح سورج نو کروڑ چالیس لاکھ میل زمین سے دور ہے۔ اگر سورج اس فاصلے سے دس گنا اور زیادہ دور ہوتا تو انسان، حیوان، نباتات سب جم جاتے، اور اگر سورج موجود فاصلے سے آدھے فاصلے پر ہوتا تو سب حیوانات، نباتات اور جمادات جل کر خاکستر ہو چکے ہوتے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دانشورانہ ترتیب کہاں سے آئی؟ ظاہر ہے کہ یہ Discipline خود بخود نہیں ہو سکتا، کوئی تو سوچنے سمجھنے والی دانشور ذات ہے جس نے یہ بہترین ترتیب اور Discipline رکھا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

صُنْعَ اللهِ الَّذِیْ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ۔[2]

"دنیا کا یہ نقشہ اس خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوطی سے بنایا ہے"

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ص وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ"[3]

"بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے بدلنے میں اور کشتیوں کے چلنے میں، جو لوگوں کو فائدہ دینے والی چیزیں اٹھائے سمندر میں چلتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے برسایا، پھر اس سے غیر آباد ہو جانے والی زمین کو آباد کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابعدار بن کر کام میں لگے ہوئے ہیں ان لوگوں کے لیے (خدا کے وجود سے متعلق) نشانیاں ہیں جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں"

"وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِیْكُمْ مِمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ من بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ[4]

"اور بیشک تمہارے چوپائے جانوروں میں عبرت کا مقام ہے، ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور خون ہے اس کے بیچ میں سے ہم تمہیں ایسا صاف ستھرا دودھ پینے کو دیتے ہیں جو پینے والوں کے لیے مزیدار ہوتا ہے"۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے: "اور یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسے نطفے کی شکل دے کر ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں رکھا، پھر ہم نے اس نطفے کو خون کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم نے خون کے لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا، بڑا ہی بابرکت ہے اللہ جو سب کاریگروں سے اچھا کاریگر ہے"[5]

اِس لیے جب انسان کائنات میں نظر دوڑاتا ہے یا کم از کم اپنے وجود میں نظر ڈالتا ہے تو اُسے کسی مؤثر ذات کے ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

8 سندھ کے مشہور شاعر، عظیم ادیب اور سندھ یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر شیخ ایاز جو ایک وقت میں کہتے تھے کہ: "خدا سے باجرہ کا دانہ بہتر ہے جو بھوکے کا پیٹ تو بھرتا ہے خدا کیا کرتا ہے" لیکن جب آخر عمر میں وہ خدا پرست بنے تو انہیں ہدہد اور کٹھ بڑھئی کی چونچ میں خدا کا وجود نظر آتا ہے اور ان کی زبان

---

[2] النمل:88

[3] البقرہ:164

[4] النحل:66

[5] المؤمنون: آیت 12-14

سے بے اختیار یہ الفاظ نکلتے ہیں:

ترجمہ: یارب! تو جو سب کا رازق ہے، میں نے تجھے ہدہد اور کٹھ بڑھئی کی چونچ میں دیکھا، یارب! مجھے اپنی نادانی کا اعتراف ہے اور اس پر ندامت بھی ہے، مجھے معاف کر دے۔[6]

اور وہ ایسے لوگوں کو پاگل سمجھتے ہیں جو کسی بھی وجہ سے خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں، جیسے ان کی اس دعا سے ظاہر ہے:

"یارب! (جرمن) فلسفی نٹشے (Nietzsche) جس نے تیرے وجود کا انکار کیا اور گلی گلی میں یہ ڈھنڈورا پیٹا کہ تُو مر چکا ہے، وہ (فلسفی) پاگل ہو گیا اور اپنے خاتمے تک پاگل رہا"[7]

اور وہ خدا کے منکروں (دہریوں) کو خوابیدہ سمجھتے ہیں جیسے اُن کی اس دعا سے ظاہر ہے:

"یارب! یہ دہریے خوابیدہ ہیں، انہیں جھنجھوڑ، انہیں جگا دے۔"[8]

سندھ کے یہ لطیف ثانی خدا کے وجود کے بارے میں کسی دلیل کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے، جیسے کہتے ہیں:

"یارب! مجھے تیرے وجود پر یقین رکھنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، جیسے شہد کی مکھی کو اس بات کی دلیل کی کوئی ضرورت نہیں کہ شہد میٹھی ہے، یہ ثابت کرنا بے جا ہے کہ پانی میں تری ہے"[9] شیخ ایاز نے زندگی کی آخری دہائی میں دعاؤں کے مجموعے پر مشتمل سندھی زبان میں ایک کتاب لکھی تھی "اُتھی اور اللہ ساں" جس میں انھوں نے اللہ تعالی کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کیا اور خدا اور اسلام کے منکروں کو توحید اور اسلام کی طرف لوٹنے کی ترغیب دی ہے۔ مطلب کہ خدا کی کائنات اور اس کا منظم طریقے سے چلنا خود خدا کے وجود پر گواہ ہے۔ علّامہ ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں: اگر خدا کو ماننے سے ایک اعتراض ہوتا ہے تو خدا کو نہ ماننے سے کئی اعتراضات ہوتے ہیں۔ یہ کارخانہ ہستی ایک معمہ ہے اور اس معمہ کا حل صرف اسی میں ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ: اس کے پس پردہ ایک صاحبِ ادراک و ارادہ قوت موجود ہے[10]

---

[6] اُتھی اور اللہ ساں، دعا نمبر ۵۰

[7] ایضا دعا نمبر ۸۲

[8] ایضا دعا نمبر ۱۱

[9] ایضا دعا نمبر ۹۲

[10] غبارِ خاطر، خط نمبر 12 کا خلاصہ

عقیدہ توحید کا مفہوم[11]

توحید کے لفظی معنی کسی کو اکیلا سمجھنا یا اکیلا ماننا۔

عقیدۂ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اکیلے ہونے پر یقین رکھنا کہ وہ اپنی ذات، اپنی صفات اور اپنی صفات کے تقاضوں میں اکیلا ہے، اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ایسی سدا حیات اور قادرِ مطلق ہستی پر یقین رکھنا جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی، جس کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہاء اور نہ کبھی اس پر فنائیت آئے گی۔ جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا ہے اور اس کی ہر چیز کو پورے تناسب اور اس کے نظام کو پورے نظم وضبط کے ساتھ بنایا ہے۔ جس کا علم پوری کائنات کے ذرے ذرے پر محیط ہے، جو پوری کائنات کو دیکھتا ہے اور سب کی سنتا ہے اور سب کو رزق رساتا ہے۔ جو اپنی مخلوق کی ہدایت ورہبری کے لیے کلام کرتا ہے اور انھیں ہدایات دیتا ہے۔ جس کی نظیر اور مثال کوئی نہیں۔ وہ انسانی رشتوں اور ناتوں سے پاک ہے۔ وہ ہی ہماری دعاؤں، مناجاتوں اور عبادات کا مستحق ہے، وہ ہی ہماری مشکلیں آسان کرتا ہے، وہ ہی ہمارے نفع ونقصان کا مالک ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں۔ وہ ذات صرف ایک ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ بالآخر ہم سب کو اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ وہ ذی شعور مخلوق کا محاسبہ کرے گا پھر اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کا برا بدلہ دے گا۔

اس عقیدہ کو دل کے پختہ یقین کے ساتھ ماننا اور بوقتِ ضرورت اس کا زبان سے اظہار واقرار کرنا عقیدہ توحید کہلاتا ہے اور ایسے عقیدہ والے شخص کو مُوَحِد یا توحید پرست کہا جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا پہلا جزء؛ لا الٰہ الا اللہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" اسی عقیدہ کی نمائندگی کرتا ہے۔

عقیدہ توحید پر دلائل

عقیدہ توحید پر تین قسم کے دلائل ہیں: آفاقی، انفسی اور وحی الٰہی۔

آفاقی:

آفاقی دلیل کا مطلب ہے کہ کائنات کی تخلیق اور اس کا نظم ونسق بتاتا ہے کہ کوئی مدبر اور دانا ہستی ہے جس نے اس پورے نظام کو منظم انداز میں بنایا ہے۔ کیونکہ ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت کا تصور اس کے بنانے والے کے بغیر عقلاً ممکن نہیں تو پھر اتنی بڑی کائنات کا پورے تناسب اور نظم وضبط کے ساتھ بننا اور قائم رہنا بھی بغیر کسی خالق ومدبر کے ممکن نہیں۔ نظم کا تصور ایک ناظم کے بغیر، قانون کا تصور ایک حکمران کے بغیر، حکمت کا تصور ایک حکیم کے بغیر، علم کا تصور ایک عالم کے بغیر، اور سب سے بڑھ کر خلق کا تصور ایک خالق کے بغیر آخر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ کائنات ایک منصوبے کے تحت کام کر رہی ہے۔ تو یہ منصوبہ ایک منصوبہ کار کے بغیر جاری وساری نہیں رہ سکتا۔ اس کائنات میں کمال درجے کا حسن وتوازن ہے، تو پھر یہ حسن وتوازن ایک منتظم کے بغیر کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ کائنات ایک مسلسل، مربوط اور معنی خیز کتاب کی مانند ہے۔ تو ضروری ہے کہ اس کتاب کا کوئی مصنف ہو۔ ہر وہ شخص جو دیکھنے والی آنکھ اور سوچنے والا دماغ رکھتا ہے اس کائنات کے حقائق کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے گا کہ یہ کارخانۂ رنگ و بو ایک حکیم اور دانا خالق اور فرمانروا کے بغیر نہ وجود میں آسکتا ہے اور نہ قائم رہ سکتا ہے۔[12]

---

[11] عقیدہ سے مراد وہ خیالات وافکار ہیں جن پر انسان پختہ یقین رکھتا ہو، جو انسان کے کردار اور رویوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

[12] خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات ص 191

توحید کے سلسلے میں قرآن مجید نے کچھ عام فہم آفاقی و عقلی دلائل دیے ہیں:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا .[13]

"اگر آسمان اور زمین میں ایک سے زائد خدا ہوتے تو ان کا نظام تباہ و برباد ہو چکا ہوتا"

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ إِذًا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ .[14]"اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود کوئی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں"

تیسری آیت میں ارشاد ہے:

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا.[15]

"اے نبی ﷺ! آپ کہہ دی جیلیے کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ ضرور مالکِ عرش کی طرف (لڑنے بھڑنے کے لیے) راستہ نکالتے"

ظاہر بات ہے کہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو یا تو دونوں طاقتور ہوتے یا ان میں سے کوئی ایک کمزور ہوتا۔ کمزور خدا ہو نہیں سکتا۔ دونوں کے طاقتور ہونے کی صورت میں یا تو اختلاف کے نقصان سے بچنے کے لیے دونوں اتفاق کر کے نظام چلاتے، ایسی صورت میں ان کا اتفاق بھی نقصان سے بچنے کی مجبوری کی وجہ سے ہوتا، اور کوئی بھی مجبور خدائی کے لائق نہیں ہو سکتا۔ خدا تو جبار ہوتا ہے۔ اگر ان کا آپس میں اتفاق نہ ہوتا تو پھر ہر ایک اپنی من مانی چلاتا اور نتیجہ وہی نکلتا جو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ بہر حال ایک سے زائد خداؤں کی صورت میں دنیا کا نظام درہم برہم ہوتا، لیکن چونکہ دنیا کا نظام پورے منظم طریقے سے چل رہا ہے اس سے عقلی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زائد خدا نہیں ہیں۔

انفسی:

انفسی دلیل کا مطلب یہ ہے کہ اگر باقی تمام کائنات کو چھوڑ کر صرف انسانی وجود پر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ کوئی داناؤ اور حکمت والی ہستی ضرور ہے جس نے پوری دانائی اور حکمت کے ساتھ انسان کی جسمانی بناوٹ، ذہنی صلاحیتوں اور نفسیاتی قوتوں کو مکمل طور پر ایک تناسب اور ایک متوازن نظام کے تحت رکھا ہے؛ انسان کی جسمانی ساخت، گردشِ خون کا خودکار نظام، خودکار سرشتۂ ہضم، بے مثال تنتی سرشتہ، سننے کی قوت، دیکھنے کی قوت، سونگھنے کی قوت، بولنے کی قوتِ، چھونے کی قوت، قوتِ غور و فکر، افزائشِ نسل کا عجیب سرشتہ، یہ ساری چیزیں بتا رہی ہیں کہ کوئی مدبر ضرور ہے جس نے کامل تدبیر کے ساتھ انسانی وجود کو پیدا کیا ہے۔ کیونکہ بغیر کسی صاحبِ تدبیر خالق کے یہ سب کچھ عقلاً ناممکن ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

---

[13] الانبیاء:22

[14] المومنون:91

[15] بنی اسرائیل:44

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ [16]

"ہم انھیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں اطرافِ عالم میں دکھائیں گے اور خود ان کی جانوں میں، تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ قرآن (جو کچھ کہہ رہا ہے وہ) حق ہے"

وحی الٰہی

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعے تمام انبیاء علیہم السلام کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ لوگوں کو عقیدۂ توحید کی تعلیم دیں اور انھوں نے اپنی تمام زندگی اسی عقیدے کی پرچار کی۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں کئی انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تبلیغ کا ذکر کیا ہے جن کی دعوت میں سرِ فہرست یہ ہی دعوت تھی کہ:

ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرُهُۥٓ[17] "اللہ کی بندگی کرو، اس کے علاوہ کوئی تمھارا معبود نہیں"

سورہ اخلاص میں اسی عقیدہ توحید کی تعلیم دی گئی۔

قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُولَدۡ وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ[18]

"(اے پیغمبر ﷺ!) لوگوں کو بتادو کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس نے کسی کو نہیں جنا، اور نہ اسے کسی نے جنا ہے، اور اس جیسا کوئی نہیں"

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے انسانیت کو یہ تعلیم دی کہ:

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ.[19]

"اور تم سب کا معبود ایک ہے، وہ بہت مہربان نہایت رحم والا ہے"

إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ.[20]

"بے شک تمہارا معبود ایک ہے، جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہیں ان سب کا مالک ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی مالک ہے"

توحید کی اقسام

بنیادی طور پر توحید کی چار اقسام ہیں:

1۔ توحید ذات

2۔ توحید صفات

3۔ توحید عبادت

4۔ توحید حاکمیت

---

[16] سورہ فصلت، آیت 53

[17] سورہ اعراف، آیت 59

[18] سورہ اخلاص، آیت 1-4

[19] البقرہ: 163

[20] الصفٰت: 5،4

1۔توحید ذات

توحید ذات کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں اکیلا ماننا اور یہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالی کے نہ ماں باپ ہیں، نہ اولاد ہے، اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔ سورہ اخلاص میں توحید ذات کو صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ ۖ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ.[21]

"اور ان لوگوں نے جنوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا، حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا اور نادانی کی بنا پر اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا رکھی ہیں، وہ (اللہ) ان باتوں سے، جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں، پاک ہے اور (اس کی شان ان سے) بلند ہے"۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ [22]

"اس کو اولاد کیسے ہوگی جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں اور جب کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے"

2۔توحید صفات

توحید صفات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی تمام صفات میں یکتا ہے۔ اس کی تمام صفات میں اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ جیسے زندگی، کائنات کی تخلیق، علم، ارادہ و قدرت، دیکھنا اور سننا وغیرہ۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے:

(الف) زندگی/حیات

زندگی یا حیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور رہے گا، جب کہ پوری کائنات فنا ہو جائے گی دوسری ایسی کوئی ہستی نہیں ہے جو ہمیشہ زندہ رہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: كُلُّ شَيْءٍ هالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ.[23]

"اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے"

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.[24]

"جو بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے، اور آپ کا پروردگار ہی باقی رہے گا، جو صاحبِ جلال و عظمت والا ہے"

مطلب یہ کہ ہمیشہ زندہ رہنے والی صفت میں اللہ تعالیٰ یکتا ہے، باقی سب آج نہیں تو کل فنا ہونے والے ہیں۔

(ب) تخلیقِ کائنات

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، اس کائنات کی تخلیق میں اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ.[25]

---

[21] الانعام:100

[22] الانعام:101

[23] القصص:88

[24] الرحمٰن:26-27

"خبر دار! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی (اکیلے) اللہ کا کام ہے"

قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔[26]

"اے پیغمبر ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا ہے اور غالب رہنے والا ہے"

مطلب یہ کہ پوری کائنات کا خالق اللہ ہے، کائنات کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ[27]

"اور اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہو وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں"

(ج) صفتِ علم

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ ایمان رکھا جائے کہ کائنات کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اس کے لیے ماضی، حال، مستقبل، روشنی اور تاریکی سب برابر ہیں۔ سمندر کی تہہ میں سمندر کے بیچ میں، زمین کے پیٹ میں، آسمانوں کے اوپر یا زمین و آسمانوں کے بیچ میں جو چیز ہے اللہ اسے مکمل طور سے جانتا ہے۔ جبکہ ایسا علم اور کسی کو بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے کم اور زیادہ علم دیتا ہے، لیکن مکمل طور پر ہر چیز کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے پاس ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ[28] "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ اسے جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو (اللہ اسے بھی جانتا ہے) اور اللہ دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے"

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ[29] "پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا"

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ-[30]

"اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے خشکی اور سمندر کی چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے"

مطلب کائنات کی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اور اس صفت میں وہ اکیلا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

(د) صفتِ ارادہ و قدرت

---

[25] الاعراف:54

[26] الرعد:16

[27] النحل:20

[28] التغابن:4

[29] الحشر:22

[30] الانعام:59

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی اس کے ارادے کو روک نہیں سکتا اور نہ ہی اس کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی رکاوٹ بن سکتا ہے۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ[31] "وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے"

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ[32] "وہ جو کام کرتا ہے اس کی اس سے باز پرس نہیں ہوگی (اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے باز پرس ہوگی"

وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ[33] "اور اللہ (جیسا چاہتا ہے) حکم کرتا ہے، کوئی اس کے حکم کا رد کرنے والا نہیں"

جبکہ کوئی بھی انسان چاہے پیغمبر ہی کیوں نہ ہو، کوئی عمل کرنا تو دور کی بات ہے کوئی ارادہ بھی نہیں کر سکتا جب تک اللہ نہ چاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ[34] "اور تم تب تک کوئی چیز نہیں چاہ سکتے جب تک تمام جہانوں کا پالنے والا اللہ نہ چاہے"

(ھ) دیکھنے اور سننے کی صفت

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اور سننا لا محدود ہے، جب کہ مخلوق کا دیکھنا اور سننا محدود ہے، بندہ روشنی کے بغیر کوئی چیز دیکھ نہیں سکتا، جبکہ اللہ تعالیٰ سمندر کے اندر، مچھلی کے پیٹ میں، رات کی تاریکی میں حضرت یونسؑ کو بھی دیکھ رہا تھا اور ان کی دعا بھی سن رہا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ. فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ[35]

"تو (یونسؑ) نے اندھیروں میں اللہ کو پکارا کہ (اے اللہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں بے انصافوں میں سے تھا، تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو غم سے نجات بخشی، اور ایمان والوں کو اسی طرح ہم نجات دیا کرتے ہیں"

جبکہ انسان ایک محدود فاصلے تک دیکھ سکتا ہے اور سن سکتا ہے۔ اسی طرح انسان ایک ہی وقت میں بہت ساری چیزیں دیکھ اور سن نہیں سکتا، پر اللہ تعالیٰ ایک ہی وقت میں پوری کائنات کو دیکھ بھی رہا ہے اور سب کی آواز کو سن اور سمجھ بھی رہا ہے۔

3۔ توحید عبادت

اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت اور بندگی صرف اللہ تعالیٰ کی کیجائے، عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے، عبادت میں نماز، روزہ، زکوۃ، صدقات، نذر، قربانی، دعا، امید، خوف وغیرہ داخل ہیں۔ ان عبادات کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد

---

[31] البروج:16

[32] الانبیاء:23

[33] الرعد:41

[34] التکویر:29

[35] الانبیاء:87-88

ہے: اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ.[36]

"اللہ تعالیٰ کی عبات کرو، اس کے سوا کوئی تمہاری عبادت کے لائق نہیں ہے"۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[37].

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے"

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ [38].

"بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تم پر مردار جانور، خون، سور کا گوشت، اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہے"

فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا[39]. "پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو"

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ[40].

"اصل میں یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے تمہیں ڈراتا ہے، پس تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو"

وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا[41]. "اور خوف اور امید سے اللہ کو پکارو"

مطلب یہ کہ جس چیز کا نام عبادت ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کی جائے۔ اس میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ یہ توحیدِ عبادت ہے۔

4۔ توحید حاکمیت

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح زمین، آسمان اور پوری کائنات میں حقیقی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، اسی طرح قانون سازی بھی اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اس کے بندوں کو اس قانون نے مطابق زندگی گزارنی ہوگی جو اللہ تعالیٰ وقت بہ وقت اپنے پیغمبروں کے ذریعے نازل کرتا رہا ہے۔ اور اب وہ قرآن مجید اور حضرت محمد ﷺ کی صحیح سنت کی صورت میں موجود ہے۔ اب جو بھی قانون بنایا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی سنت کی روشنی میں بنایا جائے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو پس پشت ڈال کر کسی شخص یا جمہور کی پیروی کی گئی تو یہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت میں شرک قرار پائے گا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ[42].

"واضح رہے! کہ پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا حق ہے، بڑی برکت والا ہے اللہ، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے" إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ[43].

---

[36] ھود: 61

[37] الذاریات: 56

[38] البقرہ: 173

[39] الجن: 18

[40] آل عمران: 175

[41] الاعراف: 56

[42] الاعراف: 54

[43] یوسف: 40

"اللہ کے سوا کسی کو بھی فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی بندگی مت کرو، یہ ہی سیدھا دین ہے"

اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو پس پشت ڈال کر اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کافر قرار دیا ہے، ارشاد ہے:

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ[44]."

جن لوگوں نے اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو یہ ہی لوگ کافر ہیں"

اسی سورت (سورہ المائدہ) کی آیت نمبر 45 اور 47 میں ایسے لوگوں کو ظالم اور فاسق قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات میں، اس کی عبادت میں اور اس کی حاکمیت میں اکیلا سمجھنا اس کی صفات کے لازمی تقاضوں میں سے ہے۔

شرک

توحید کی ضد شرک ہے، شرک کا مطلب ہے کسی کو اللہ کا شریک یا اللہ جیسا سمجھنا، بنیادی طور پر شرک کی بھی چار اقسام ہیں:

شرک فی الذات

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم جنس سمجھنا یا اللہ تعالیٰ کے لیے ماں باپ یا اولاد سمجھنا، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی صورت اختیار کر کے دنیا میں آیا ہے۔ جیسے مسیحی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ مکہ کے مشرک فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے، اور جس طرح ہندو مذہب کے لوگ شری رام اور کرشن کو خدا کا اَوتار سمجھتے ہیں (اَوتار کا مطلب ہے کہ خدا ان کی شکل لے کر دنیا میں آیا)۔ یہ شرک فی الذات ہے۔

شرک فی الصفات

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن صفات کے ساتھ جس طرح موصوف ہے، اسی طرح کوئی صفت کسی دوسرے میں سمجھی جائے۔

مثلاً: اللہ تعالیٰ تمام پوشیدہ اور ظاہری چیزوں کو جاننے والا ہے، اس کے لیے ماضی، حال اور مستقبل برابر ہیں۔ وہ نفع اور نقصان کا مالک ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی بھی اسے اس کے ارادہ سے روک نہیں سکتا۔ اگر اللہ کے علاوہ کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بھی بنا کسی ذریعہ کے ظاہری اور پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے۔ نفع نقصان کا مالک ہے۔ جس طرح چاہے کر سکتا ہے، تو یہ عقیدہ شرک فی الصفات ہو گا۔

شرک فی العبادت

اس کا مطلب ہے کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔

مثلاً: سجدہ، نذر و نیاز، دعا اور پکار وہ عبادتیں ہیں جن کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر کسی دوسرے کو ان عبادات کا مستحق سمجھا جائے اور اسے خوش رکھنے کے لیے یہ عبادتیں اس کے لیے کی جائیں تو یہ شرک فی العبادت ہو گا۔

شرک فی الحاکمیت

اقتدار اعلیٰ اور قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اگر یہ حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو دیا جائے تو یہ بھی شرک فی العبادت ہو گا۔ البتہ خدائی ہدایات کو سامنے رکھ کر قانون سازی کی جائے تو یہ شرک نہیں ہو گا۔

شرک فی الصفات، شرک فی العبادت اور شرک فی الحاکمیت کو خدائی صفات کے تقاضوں میں شرک بھی کہتے ہیں۔

شرک کی ان اقسام میں سے چاہے جس قسم کا بھی شرک ہو، اس کی موجودگی میں اسلام کا عقیدۂ توحید باقی نہیں رہ جاتا، اور جہاں توحید باقی نہ رہ گئی ہو،

---

[44] المائدہ:44

وہاں ممکن نہیں کہ ایمان باقی رہ گیا ہو، اور جہاں ایمان ہی نہ ہو وہاں اسلام کے وجود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

توحید کی اہمیت و شرک کی مذمت

حقیقت میں توحید حق اور سچ کا نام ہے۔ جبکہ شرک باطل اور جھوٹ کا نام ہے، ظاہر بات ہے کہ باطل اور جھوٹ کے سامنے حق اور سچ کی اہمیت واضح ہے۔ توحید کو ماننے والا ایسا ہے جیسے کسی بھی ریاست کا وہ فرد جو ریاست کے ہر قانون کو تسلیم کرے اور توحید کا منکر یا شرک کرنے والا ایسا ہے جیسے ریاست کا وہ فرد جو ریاست کے کسی قانون کو تسلیم نہ کرے بلکہ اپنے قانون بنائے یا کسی دوسری ریاست کے قانون پر چلے، تو ایسے شخص کو باغی سمجھا جاتا ہے، اور بغاوت ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ سوائے اس کے کہ باغی اپنی بغاوت چھوڑ دے اور ریاست کے قانون پر چلے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ[45].

"جو لوگ ایمان لآئے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم یعنی شرک کے ساتھ نہیں ملایا، ایسے لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں"

حضور ﷺ نے ایک حدیثِ قدسی کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: قال الله عزوجل ! یا ابن آدم لو اتیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لا تشرک بی شیاء لا تیتک بقرابها مغفرة[46]

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے انسان! اگر تو پوری زمین گناہوں سے بھر کے مجھ سے اس طرح ملے کہ تم نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں بھی تجھے ایسی ہی بخشش عطا کر دوں گا"

اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی کا مدار ایمان اور عمل صالح پر رکھا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ[47] اور جن لوگوں نے ایمان لایا اور عمل صالح کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے"

اور شرک کی صورت میں ایمان نہیں رہتا اور جب ایمان ہی نہ رہے تو اعمال صالحہ کی بھی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے شرک کو بہت بڑا ظلم اور ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے، لیکن اگر عقیدہ توحید مضبوط ہو تو باقی کمیوں کو تاہیوں کی بخشش ممکن ہے: ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء[48] "بیشک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا"

قرآن مجید کے مطابق مشرک کے لیے جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ[49]. "(اور جان لو کہ) جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے گا خدا اس پر بہشت حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں"

---

[45] الانعام: 82

[46] مشکوۃ المصابیح، باب الاستغفار حدیث 2320

[47] سورہ فاطر، آیت 7

[48] سورہ نساء، آیت 48

[49] المائدہ: 72

ظلم کے کام اور بھی بہت ہیں لیکن اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ[50]. "بے شک شرک بڑا ظلم ہے"

دوسرا کوئی بھی ایسا گناہ نہیں جس کی وجہ سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہوں لیکن شرک اتنا بڑا ظلم ہے کہ ساری نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ عام انسان تو کیا اگر بالفرض انبیاء علیہم السلام جیسی ہستیوں سے بھی شرک سرزد ہو جائے تو ان کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں، سورہ انعام میں اللہ نے 18 پیغمبروں کے ذکر کے بعد فرمایا: وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝٨٨[51] "بالفرض یہ انبیاء علیہم السلام بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال رائگان ہو جاتے"

نہ صرف عام انبیاء علیہم السلام پر امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝٦٥[52]

"اے پیغمبر ﷺ! اگر آپ نے بھی شرک جیسے عمل کا ارتکاب کیا تو آپ کے اعمال بھی برباد ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے"

نبی اکرم ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر توحید پر قائم رہنے پر قتل کیے جاؤ یا زندہ آگ میں ڈالے جاؤ تو قتل ہونا اور آگ میں جل جانا تو قبول کر لینا مگر شرک کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں قتل ہو جانا یا آگ میں جل جانا آخرت کے عذاب کی نسبت آسان ہے۔ شرک ایک ایسی برائی ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے چچا ابو لہب شرک کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی جہنمی بنا دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ[53] "وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا"۔

لیکن اس کے مقابلے میں توحید ایک ایسی نیکی ہے کہ کوئی بھی شخص اس پر قائم رہ کر جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

من مات وھو یعلم ان لاالہ الا اللہ دخل الجنۃ [54]

"جو اس یقین پر فوت ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو وہ جنت میں جائے گا"

توحید کی حیثیت بیج کی اور اعمالِ صالحہ کی حیثیت پھل کی ہے یا توحید کی حیثیت بنیاد کی اور اعمالِ صالحہ کی حیثیت عمارت کی ہے۔ جہاں بیج ہی نہ ہو وہاں پھل ممکن نہیں اور اگر کسی عمارت کی بنیاد ہی نہ ہو وہاں عمارت کا قیام ممکن نہیں۔

توحید کے تقاضے

قرآن مجید اور رسولِ خدا ﷺ کے ارشادات بتاتے ہیں کہ عقیدۂ توحید کے کچھ اہم اور بنیادی تقاضے ہیں، جن پر یقین رکھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے، ان میں سے کچھ اہم یہ ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ایسی ہستی نہیں جو آپ سے آپ وجود میں آ گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کے خالق اور تمام کائنات اس کی مخلوق اور اس کی ملکیت ہے اور اپنے وجود اور بقاء میں اسی کی طرف محتاج ہے اور اس کائنات کی کوئی بھی چیز اس وقت تک موجود اور قائم رہ سکتی ہے جب تک خدا چاہے۔

---

[50] لقمان: 13

[51] الانعام: 78

[52] الزمر: 65

[53] سورہ لہب: 3

[54] صحیح مسلم: کتاب الایمان، ج1، ص41، ح-51

2۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات سے مختلف ہے۔ کائنات کی کوئی بھی چیز خدا جیسی نہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ[55] "اس جیسی کوئی چیز نہیں" اس لیے خدا کو بے مثال ذات ماننا چاہیے۔

3۔ صرف اللہ ہی ہے جس کی رضاجوئی کی انسان کو فکر کرنی چاہیے۔ یہی اس کے سارے کاموں کا اصل محرک بھی ہونا چاہیے اور اصل مقصد بھی۔

4۔ تمام وہ اعمال و حرکات جو پرستش کے زمرے میں آتے ہوں، ان کو اللہ ہی کے لیے مخصوص کرنا چاہیے؛ سجدہ اسی کو کیا جائے گا، نذریں اور منتیں اسی کے لیے مانی جائیں گی، دعائیں و مناجاتیں اسی سے کی جائیں گی، نادیدہ پناہ اسی سے مانگی جائے گی، غیبی امداد کے لیے صرف اسی کو پکارا جائے گا۔

5۔ تمام وہ جذبات و احساسات بھی اللہ ہی کے لیے مخصوص کیے جائیں جن میں عبادت کی روح پائی جاتی ہو؛ جیسے امید، توکل، خوف و تقویٰ اور حقیقی محبت۔

6۔ اس پوری کائنات کا حقیقی مقتدرِ اعلیٰ صرف اللہ کو ماننا چاہیے۔ حکم دینے اور منع کرنے کا حق صرف اسی کو ہے۔ حقیقی شارع اور قانون ساز بھی صرف وہی ہے۔ مخلوق کی زندگی کا فریضہ متعین کرنے، اسے معاف کرنے یا سزا دینے کا حق صرف اسی کو ہے۔

توحید کے یہ بنیادی تقاضے اتنی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار اللہ پر ایمان رکھنے کے دعوے کو بے معنی کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کا مطلب کہ یہ ساری باتیں عقیدہ توحید کے اصل مفہوم میں شامل ہیں، اور کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ یہ عقیدہ اس پورے مفہوم کے ساتھ اس کے دل میں اتر نہ چکا ہو۔

عقیدہ توحید کے انسان کی انفرادی زندگی پر اثرات

توحید کا عقیدہ صرف علمی حقیقت ہی نہیں ہے بلکہ ایک عملی حقیقت بھی ہے۔ انسان کی زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی توحید کے عقیدے کی وجہ سے بالکل بدل جاتی ہے۔ توحید کے عقیدے سے انسان کی انفرادی زندگی پر جو اثرات پڑتے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

1۔ عزتِ نفس اور خودداری

توحید کا عقیدہ انسان کو یہ بات سکھاتا ہے کہ یہ پوری کائنات اس کے لیے پیدا کی گئی ہے:

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً[56].

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو خدا نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔"

اور توحید کا عقیدہ یہ بات بھی سکھاتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا[57]. "اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی"

---

[55] سورہ شوریٰ، آیت 11

[56] لقمان: 20

[57] بنی اسرائیل: 70

اس لیے توحید کا عقیدہ رکھنے والے انسان میں عزت نفس اور خود داری پیدا ہوتی ہے اور اسے اپنی اہمیت کا احساس ہوتا ہے، اس لیے وہ کبھی بھی اپنے جیسی یا اپنے سے کمزور مخلوق کے ساتھ جھک کر اپنی عزت خاک میں نہیں ملآئے گا، کیوں کہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات اس کی خدمت اور اطاعت کے لیے پیدا کی ہے اور کوئی بھی عقلمند انسان اپنے خادم اور اطاعت گزار کے سامنے نہیں جھکتا۔ جبکہ توحید کے عقیدے سے محروم شخص مخلوق کے سامنے جھک کر اپنی عزت خاک میں ملاتا ہے، وہ اپنے جیسی مخلوق یا جو مخلوق اس کی خدمت کے لیے بنائی گئی ہے اس کی غلامی کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ ٱلطَّيۡرُ[58] "اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا گویا کہ وہ آسمان سے نیچے گرا" یعنی انسان جو عزت کے اعلیٰ مقام پر تھا، مخلوقِ خدا کے سامنے جھک کر اس نے اپنے آپ کو عزت کے اعلیٰ مقام سے نیچے گرا دیا۔

2۔ فکری کشادگی یا وسعت نظری

توحید کا عقیدہ انسانی سوچ اور فکر میں گہرائی اور وسعت پیدا کرتا ہے۔ اس عقیدے والا کبھی بھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس کا ایسے خدا پر ایمان ہوتا ہے جو زمین، آسمان اور پوری مخلوق کا خالق ہے۔ اس لیے اسے کوئی چیز اجنبی نظر نہیں آتی۔ بلکہ وہ اپنی طرح ساری مخلوق کو ایک مالک کی ملکیت اور ایک بادشاہ کی رعیت سمجھتا ہے۔ اس لیے اس کی خدمت اور ہمدردی کسی دائرے میں بند نہیں ہوتی بلکہ بنا کسی فرق کے وہ اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ اس طرح اس کی نظر اتنی ہی وسیع ہو جاتی ہے جتنی اللہ کی مخلوق وسیع ہے۔ جیسے علامہ اقبال نے فرمایا:

ہر ملک ملکِ ما است کہ ملکِ خدا آئے ما است

ہر زبان زبانِ ما است کہ زبانِ خدا آئے ما است

"ہر ملک ہمارا ملک ہے کیونکہ ہمارے خدا کا ملک ہے اور ہر زبان ہماری زبان ہے کیونکہ ہمارے خدا کی زبان ہے"

3۔ تقویٰ اور پرہیز گاری

توحید کا عقیدہ انسان میں تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا کرتا ہے، اس لیے کہ یہ عقیدہ رکھنے والا سمجھتا ہے کہ نفس کی پاکی اور نیک اعمال کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کا یقین ایسے خدا پر ہوتا ہے جو بے نیاز ہے، جس کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے، وہ بے لاگ انصاف کرتا ہے۔ جبکہ عقیدہ توحید سے محروم انسان جھوٹی امیدوں پر دارومدار رکھتا ہے کہ فلاں خدا کا بیٹا ہے یا خدا کا مقرب ہے اس لیے میں جس طرح کے بھی اعمال کر لوں وہ مجھ بچا لے گا، اس لیے وہ بد عمل اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید صاف الفاظ میں کہتا ہے:

وَٱلۡعَصۡرِ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَفِي خُسۡرٍ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلصَّبۡرِ[59]

زمانہ کی قسم! تمام انسان خسارے میں ہیں، سوائے ان کے جنھوں نے ایمان لایا اور اچھے اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی"

4۔ شجاعت و بہادری

توحید کا عقیدہ انسان کو بہادر بناتا ہے، کیوں کہ انسان کو بزدل بنانے والی اصل میں دو چیزیں ہوتی ہیں:

---

[58] سورۃ الحج: 31

[59] العصر: 1-4

ایک اپنی، اپنے خاندان کی اور مال کی محبت، اور دوسرا یہ تصور کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی قوت موت وحیات کی مالک ہے۔

توحید کا عقیدہ ان چیزوں کو دل سے نکال دیتا ہے، اس لیے کہ توحید کا عقیدہ رکھنے والا اپنی ہر چیز کو خدا کی ملکیت سمجھتا ہے یہاں تک کہ اپنی جان کو بھی۔

وَلِلّٰہِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ١٠٩[60] "زمین و آسمان کی ہر چیز خدا کی ملکیت ہے اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹتے ہیں"

اس لیے وہ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے اور وہ موت اور زندگی کا مالک صرف اللہ کو سمجھتا ہے، اللہ مارنا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا لیکن اگر وہ بچانا چاہے تو کوئی مار نہیں سکتا۔

هُوَ ٱلَّذِى يُحْىِۦ وَيُمِيتُ[61] "اللہ ہی موت وزندگی کا مالک ہے"

اس لیے وہ خدا کے علاوہ کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔ یہی عقیدہ تھا جس نے حضرت ابراہیمؑ کو نمرود کے سامنے، حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے سامنے اور حضرت محمد ﷺ کو مشرکین کے سامنے ثابت قدم رہنے کی قوت بخشی۔ اور یہی عقیدہ تھا جس نے 313 مسلمانوں کو جنگِ بدر میں اپنے سے تین گنا زیادہ مشرکین کے سامنے لا کر کھڑا کیا اور فتح مند بنایا۔

5۔ امید اور رجائیت

توحید کے عقیدہ پر مضبوط یقین رکھنے والا انسان کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا کیوں کہ اس کا ایسے خدا پر یقین ہوتا ہے جو زمین و آسمان کے سارے خزانوں کا مالک ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے:

وَ ٱللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ[62] "اللہ جسے چاہتا ہے بلا حساب رزق عطا کرتا ہے"

اور وہ بڑے سے بڑے مجرموں کو نادم ہونے پر ایک لحظے میں معاف کر دیتا ہے۔ ایسا ایمان انسان کے دل کو قوت بخشتا ہے۔ دلی اطمینان عطا کرتا ہے، چاہے دنیا کے تمام سہارے اس سے ختم ہو جائیں لیکن یہ ایک (اللہ پر امید کا) سہارا اس کے اطمینان کے لیے کافی ہوتا ہے۔

قُلْ يَـٰعِبَادِىَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ[63]

"میرے ان بندوں کو کہ دو جنھوں نے اپنی جانوں پر تجاوز کیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللہ تمام گناہ معاف کرنے والا ہے، وہ بڑا ہی معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے"

جبکہ توحید کے عقیدے سے خالی انسان مشکلات کے وقت مایوس ہو جاتا ہے اور آخر خودکشی کر لیتا ہے یا دوسرا کوئی انتہائی قدم اٹھاتا ہے۔

6۔ قانون کی پابندی

توحید کا عقیدہ انسان کو قانون کا پابند بناتا ہے۔ کیوں کہ اس عقیدے والے انسان کو پتہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر اور پوشیدہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

---

[60] آل عمران: 109

[61] الغافر: 68

[62] النور: 38

[63] الزمر: 53

يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ[64] "اللہ تمھاری ظاہری اور چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اسے بھی جانتا ہے"

وہ انسان کو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، دنیا والوں سے چھپ کر تو گناہ کر سکتا ہے لیکن خدا سے نہیں چھپ سکتا ہے۔ دنیا والوں سے تو بھاگ جانا ممکن ہے لیکن خدا سے بھاگ نہیں سکتا۔ یہ عقیدہ اور ایمان انسان کو قانون کا پابند بناتا ہے۔ وہ چاہے تنہائی میں ہو یا رات کے اندھیرے میں اس طرح گناہ اور قانون شکنی سے دور رہتا ہے جس طرح کوئی شخص قانون نافذ کرنے والوں کے سامنے دن کی روشنی میں قانون توڑنے سے دور رہتا ہے

۔

7۔ تحقیق و جستجو

آج کی دنیا نے جتنی بھی تہذیبی و تمدنی ترقی کی ہے قانونِ فطرت کو بروئے کار لا کر کی ہے۔ یہ قانونِ فطرت چودہ سو سال پہلے بھی موجود تھا مگر اس وقت انسان اس قانونِ فطرت کو عمل میں کیوں نہیں لا رہا تھا؟ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت دنیا شرک و توہم پرستی (Superstation) میں مبتلا تھی۔ دنیا نے مظاہرِ فطرت کو تقدس کا درجہ دے رکھا تھا اور اسے اپنے خیر و شر کا مالک اور اپنا معبود سمجھ رکھا تھا، اس لیے وہ مظاہرِ فطرت کی پرستش (Phenomenal worship or Nature worship) میں گرفتار تھی۔

ظاہر بات ہے کہ جو لوگ سورج، چاند، ستاروں، دریاؤں، جنگلات، پہاڑوں اور حیوانات وغیرہ کو اپنا معبود سمجھتے ہوں اور اپنا خیر و شر ان سے سمجھتے ہوں اور انھیں تقدس کا مقام دیتے ہوں، وہ اتنے بے ادب کہاں ہو سکتے ہیں کہ ان میں تحقیق و جستجو کریں کیونکہ جہاں تقدس آجاتا ہے وہاں تحقیق و جستجو (Research) نہیں ہو سکتی۔ اور فطرت کے دستور کے مطابق دنیا کی تہذیبی و تمدنی ترقی کا مدار تحقیق و جستجو پر ہے۔ اور بغیر تحقیق و جستجو کے دنیا کی تعمیر و ترقی نہیں ہو سکتی۔

ساتویں صدی عسوی میں جب اسلام آیا تو اس نے سب سے پہلے لوگوں کی سوچ اور ان کے عقائد کو درست کیا۔ جب انسانیت کو صحیح رہنمائی ملی اور انسان نے خالق اور مخلوق کے فرق کو سمجھ لیا، توحید غالب ہوئی، شرک و توہم پرستی مغلوب ہوئے، اور انسانوں نے کائنات کی چیزوں کو بجائے تقدس کی نظر سے دیکھنے کے چیزوں کی نظر سے دیکھنا شروع کیا، اور ان میں تحقیق و جستجو شروع کی اور انھیں اپنے کام میں لگانا شروع کیا اور انسانیت کے مقام و مرتبہ کو سمجھ لیا، اور ایک دوسرے کے حقوق کی صحیح پہچان ہوئی تو دنیا میں تہذیبی و تمدنی ترقی کا آغاز ہوا۔ یہ انقلاب اولاً عرب میں آیا، اس کے بعد ایشیا اور آفریقا میں سفر کرتا ہوا یورپ پہنچا اور پھر بحر اٹلانٹک پار کر کے آمریکہ میں داخل ہو گیا۔[65] نتیجے میں جدید دنیا نے ہر شعبۂ زندگی میں ترقی کی یہاں تک کہ انسان چاند سے گزر کر مریخ تک پہنچ گیا۔ تو عقیدہ توحید ہی تحقیق و جستجو یا دوسرے الفاظ میں جدید سائنس، اور ایجادات کا باعث بنا اور اسی عقیدے نے انسان کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔

عقیدہ توحید کے انسان کی اجتماعی زندگی پر اثرات

توحید کا عقیدہ جس طرح انسان کی انفرادی زندگی پر گہرے اثرات ڈالتا ہے اسی طرح یہ عقیدہ انسان کی اجتماعی زندگی پر بھی وسیع اثرات چھوڑتا ہے، کیوں کہ یہ عقیدہ سکھاتا ہے کہ سب کا خالق ایک خدا ہے اور سب انسان ایک مرد اور ایک عورت (آدم اور حوا علیھما السلام) کی اولاد ہیں، اس لیے ان کے

---

[64] الانعام:3

[65] وحید الدین خان، اسلام دورِ جدید کا خالق، اختصار ص 25-51

درمیان پورا انصاف اور پوری مساوات ہونی چاہیے۔ دنیا کی موجودہ تباہی کی وجہ یہ ہے کہ جتنی دنیا نے ترقی کی ہے اتنی انسانی شعور میں ترقی نہیں آئی۔ سائنسی ترقی کا یہ حال ہے کہ پوری زمین ایک گھر کے صحن کی مانند ہوگئی ہے، اور انسانی ذہن کی تنگی کا حال یہ ہے کہ ابھی تک وطن پرستی اور نسل پرستی سے جان نہیں چھڑا سکا، نسل پرستی کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر حال میں اپنی نسل واپنی قوم کا ساتھ دے چاہے قوم حق پر ہو یا ناحق پر، اس قسم کی قوم پرستی و نسل پرستی بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ بیسویں صدی میں جو تباہی مچانے والی عالمی لڑائیاں ہوئیں، جنہوں نے کروڑ ہا جانیں نگل لیں، ان کا اصل سبب یہی قوم پرستی و نسل پرستی تھا، یہی سبب ہے کہ کچھ سوچنے سمجھنے والے لوگ ایک عالمی ریاست کی حمایت کرتے ہیں لیکن ظاہر بات ہے یہ سب کوششیں تب تک بے کار ہیں جب تک ایک خدا اور سب انسانوں کی برابری پر یقین نہیں رکھا جاتا۔

”اقوامِ متحدہ نے ۱۹۴۸ء میں وہ چارٹر منظور کیا جس کو یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس کہا جاتا ہے۔ اس کے آرٹیکل ۱۸ میں یہ کہا گیا ہے کہ " ہر آدمی خیال، ضمیر، اور مذہب کی آزادی کا حق رکھتا ہے۔ اس حق میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی اپنے مذہب کو تبدیل کرسکے اور اپنے مذہب کا خفیہ یا اعلانیہ اظہار کرسکے یا دوسروں کو اس کی تعلیم دے" اقوام متحدہ کا یہ چارٹر بھی حقیقتاً اقوامِ متحدہ کا کارنامہ نہیں بلکہ وہ بھی اسی اسلامی انقلاب کی ایک دَین ہے جو اقوامِ متحدہ سے ایک ہزار سال سے بھی زیادہ پہلے ظہور میں آیا تھا۔ اسلام نے تاریخ میں پہلی بار توحید کے عقیدے کو لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کیا اور شرک کے نظام کو ختم کیا جس نے انسان اور انسان کے درمیان فرق و امتیاز کا ذہن پیدا کر رکھا تھا۔ اسی غیر حقیقی تقسیم کا نتیجہ اونچ نیچ کا وہ سماج تھا جو تمام قدیم زمانوں میں مسلسل پایا جاتا رہا ہے۔ اسلام نے ایک طرف اس معاملہ میں انسانی ذہن کو بدلا، دوسری طرف اس نے وسیع پیمانہ پر عملی انقلاب برپا کرکے انسانی آزادی اور انسانی احترام کا ایک نیا دور شروع کیا۔ یہ دور تاریخ میں مسلسل سفر کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ یورپ میں داخل ہو گیا اور بڑھتے بڑھتے آخر کار آزادی اور جمہوریت کے جدید انقلاب کا سبب بنا۔ جدید یورپ کا جمہوری انقلاب اسی اسلامی انقلاب کا سیکیولر ایڈیشن ہے جو بہت پہلے ساتویں صدی عیسوی میں عرب میں برپا ہوا تھا"[66]

---

[66] ایضاً، ص111